(۴)

(فرمودہ ۱۳۔اگست ۱۹۱۵ء بمقام مسجد اقصیٰ۔ قادیان)

تمام قوموں میں بعض دن عید کے سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں لوگ اکٹھے ہو کر خوشیاں مناتے ہیں۔ اس سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ قوم کے مختلف افراد آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر وہ کوفت اور تھکان جو گذشتہ محنت کے دنوں میں ان کے جسموں پر وارد ہوئی ہے دور کریں۔ اور اس خوشی کے ذریعہ اپنے رنجوں اور دکھوں کو دور کر کے تازہ دم ہو جائیں کیونکہ انسانی طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ اس کے لئے بعض دفعہ بناوٹ کا رنج رنج ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بناوٹ کی خوشی اصل خوشی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر ذرا غمگین چہرہ بنایا جائے تو فوراً طبیعت میں بھی غم آ جاتا ہے۔ اور اگر ذرا خوشی کا چہرہ بنایا جائے تو باوجود رنج اور غم کے انسان ہنسنے لگ جاتا ہے۔[1] اور اس طرح بہت کچھ غم کم ہو جاتا ہے۔ اس لئے عیدین اور خوشی کے دن لوگوں کی خوشیوں اور غموں پر بہت کچھ اثر ڈالتے ہیں اور لوگ ان کے ذریعہ اپنی مصیبتوں کو کم کرتے ہیں۔ اسی لئے ہر قوم اور ہر ملک میں عید کا رواج ہے حتّٰی کہ افریقہ کے حبشی جن کا کسی مہذّب ملک سے تعلق نہ تھا ان کی نسبت بھی معلوم ہوا ہے کہ ان کے خاص تہوار تھے جن میں وہ خوشیاں کیا کرتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ عید منانا ایک فطرتی تقاضا ہے۔

چونکہ فطرتِ انسانی چاہتی ہے کہ اس کے بوجھ ہلکے ہوں' رنج دور ہوں اور خوشی قائم ہو اس لئے ضروری تھا کہ کوئی ایسا دن مقرر کیا جاتا جس میں انسان اپنے غموں کو دور کر کے یا کم از کم انہیں بُھلا کر زینت کے سامانوں سے آراستہ ہو کر خوشی خوشی لوگوں کے ساتھ بیٹھے اور ملے اور اس کے دل میں کتنا ہی رنج اور تکلیف ہو تو بھی خوشی کا اظہار کرے۔ اس فطرتی تقاضا کو پورا کرنے کے لئے تمام مذاہب نے عیدیں رکھی ہیں اور اسی غرض کیلئے اسلام نے بھی۔ مگر اسلام کی عیدوں اور دوسرے مذاہب کی عیدوں میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ دوسرے مذاہب نے تو یہ مدنظر رکھا ہے کہ انسان کی اُمنگیں اور خواہشیں کیا چاہتی ہیں۔ مگر اس بات کو مدنظر نہیں رکھا کہ ان اُمنگوں کو نیکی اور بھلائی کی طرف پھیرنے کے لئے کون سی بات کی

ضرورت ہے۔ اسلام نے اس بات کا بھی خوب خیال رکھا ہے۔ اسلام کی عیدوں اور دوسرے مذاہب کی عیدوں میں اسی طرح کا فرق ہے۔ مثلاً ایک انسان کو بھوک لگے اور بھوک چاہتی ہے کہ پیٹ میں کچھ جائے۔ لیکن ایک شخص اس کے متعلق یہ کرے کہ اس بھوکے کو آکھ کے پتے یا تھوہر کے ڈنٹھل کھانے کو دے یا کسی انسان کو جب پیاس لگے تو طبیعت چاہتی ہے کہ کچھ پیئے لیکن ایک شخص اس پیاسے کو گرم کھولتا ہوا پانی یا خون اور پیپ پینے کے لئے دے۔ گو اس شخص کے آکھ یا تھوہر کھانے اور گرم پانی یا خون پینے سے بھی بھوک اور پیاس میں کسی قدر کمی آجائے گی کیونکہ گرم اور گندہ پانی بھی پیاس کو کم کر دیتا ہے۔ اسی طرح بھوک کے وقت کچھ کھا لینے سے پیٹ بھر جاتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جس شخص نے اس بھوکے اور پیاسے کو یہ کچھ کھلایا اور پلایا۔ آیا وہ کس قدر دانا اور عقلمند ہے؟ اس کی عقلمندی میں ضرور شک پڑ جائے گا کیونکہ اس نے عارضی اور وقتی علاج تو کیا مگر اس کے لئے ہمیشہ کے واسطے تنور جلا دیا ہے۔ گندی اور خراب چیز کھانے والا گو عارضی طور پر پیٹ بھر لے گا مگر اس کے اثرات سے جو بیماریاں پیدا ہونگی ان کا اسے نتیجہ بُھگتنا پڑے گا۔ اسی طرح گندے اور غلیظ پانی سے کسی قدر پیاس تو کم ہوگی مگر اس کے بعد جو بہت سخت بیماریاں لاحق ہونگی ان کی تکلیف برداشت کرنی پڑے گی۔ لیکن ایک اور شخص جو کسی کی بھوک اور پیاس کو دیکھ کر بجائے ان چیزوں کے اس کو طیّب غذاؤں اور صاف پانیوں سے سیر کرتا اور پیاس بجھاتا ہے واقعہ میں یہ دانا اور عقلمند ہے۔ پس یہی فرق ہے دوسرے مذاہب اور اسلام کی عیدوں میں۔ انہوں نے انسانی خوشی کے فطرتی تقاضا کو تو سمجھا ہے لیکن اس کو پورا ایسے رنگ میں کیا ہے کہ گو عارضی طور پر وہ ترکیب دل کی آگ بُجھانے والی ہے لیکن دراصل دائمی طور پر انسان کو خراب کر دینے والی ہے۔ ہاں اسلام نے جو عید کا طریق رکھا ہے وہ عارضی طور پر ہی اس فطرتی تقاضا کو پورا نہیں کرتا بلکہ دائمی اور ہمیشہ کی خوشی اور راحت کے سامان بھی مہیا کر دیتا ہے اور یہی فرق ہے اسلامی عیدوں اور دوسرے مذاہب کی عیدوں میں۔

ان کی عیدیں کیا ہوتی ہیں۔ یہ کہ خوب ناچ گانا ہو' فحش اور گندے گیت گائے جائیں' کھانے پینے کی چیزیں ہوں' خرید و فروخت کے سامان ہوں۔

لیکن اسلام کی عید یہ ہے کہ آؤ بھئی آج بڑی خوشی کا دن ہے۔ ہر روز پانچ نمازیں پڑھا کرتے تھے آج چھ پڑھیں۔ خوشی تو یہ ہوئی کہ کہا کپڑے بدلو' عطر لگاؤ' اچھے کھانے پکاؤ اور

کھاؤ۔ کیوں؟اس لئے کہ آج تمہیں خدا کی عبادت کرنے کا پہلے سے زیادہ موقع ملا ہے۔ یہی تو عید ہے۔

پس خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ مومن کی عید یہ ہوتی ہے کہ اللہ اس پر خوش ہو جائے اور جوں جوں مومن کو اللہ کے قرب کی راہ ملتی ہے اتنی ہی اس کے لئے عید ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ ہماری دونوں عیدیں بلکہ تینوں عیدیں خدا تعالیٰ نے ایسی ہی رکھی ہیں جن میں عام دنوں کی نسبت عبادت میں کچھ زیادتی کر دی ہے۔ دو عیدیں تو وہ ہیں جو ہمارے ملک میں چھوٹی اور بڑی کے نام سے موسوم ہیں۔ معلوم نہیں چھوٹی اور بڑی کا فرق کس خوردبین سے دیکھا گیا ہے۔ تیسری جمعہ کی عید ہے۔ [۲] جمعہ کے دن ایک خطبہ رکھ دیا ہے اور اس طرح نماز کو بڑھا دیا ہے۔ گو فرض چار رکعت کی بجائے دو کر دیئے ہیں لیکن خطبہ اور دو رکعت کا وقت ملا کر چار رکعت سے بڑھ جاتا ہے۔ یہ دو عیدیں جو سال میں آتی ہیں ان میں سے ایک ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد آتی ہے اور دوسری عید وہ ہے جو ایامِ حج کے بعد آتی ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ مومن کی عیدیں اس وقت ہوتی ہیں جب کہ وہ خدا تعالیٰ کے رضا کے سامان پیدا کرے۔

خدا تعالیٰ نے سال میں دو عیدیں رکھ کر گویا نمونہ بتایا ہے۔ دنیاوی گورنمنٹیں بھی نمائشیں کرتی ہیں جن سے ان کی یہ غرض ہوتی ہے کہ لوگوں کو مختلف اِقسام کے مال اسباب دکھائے جائیں اور ان سے فائدہ اٹھانے کی تحریک کی جائے۔ عیدیں آسمانی بادشاہت کی نمائشیں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نمونہ بتا کر مسلمانوں کی اس طرف راہنمائی کی ہے کہ اگر تم چاہو تو ہر روز عید کر لو۔ اس لئے مومن کی ہر روز ہی عید ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے اور اگر گنا جائے تو سینکڑوں تک نوبت پہنچتی ہے۔ کہیں صریحاً اور کہیں کنایۃً کہ مومن کی جنت اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے [۳]۔ تو عیدیں نمائش ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ نے یہ دکھایا ہے کہ اگر تم خوشی کے دن لینا چاہتے ہو تو اس کا یہی طریق ہے کہ خدا کو راضی کر لو۔ اور جب خدا راضی ہو گیا تو پھر ہر روز عید ہی عید ہے۔ پس عیدیں اس بات کا نمونہ ہیں کہ انسان خدا تعالیٰ کے قرب کے راستے تلاش کرے اور جب کسی نے خدا کو راضی کر لیا تو جتنا بھی وہ خوش ہو اور فخر کرے بجا ہے۔ اور جیسی کچھ بھی زینت کرے درست ہے۔ کیونکہ جس پر خدا خوش ہو گیا اسے کونسا غم اور رنج رہ سکتا ہے۔ تو مومن کی عید یہی ہے کہ خدا کی رضا کے طریق تلاش کرے۔ کسی مومن کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی عید کا دن

نہیں ہو سکتا کہ اس دن خدا اس پر راضی ہو جائے۔

یاد رکھو! انبیاء کی ہر روز عید ہوتی ہے دنیا کی کوئی تکلیف انہیں غمگین نہیں کر سکتی اور کوئی رنج ان کی کمر نہیں توڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی نسبت فرماتا ہے۔ **وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ** [۴] ہر ایک انسان پر خصوصاً کام کرنے والے انسان پر اور پھر خصوصاً مصلح پر بہت بڑا بوجھ ہوتا ہے۔ خواہ وہ مصلح دنیا کا ہو یا دین کا۔ کام اور فکر کی وجہ سے وہ چور ہو جاتا ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ پر ایک بہت بڑا بوجھ تھا۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تیرا بوجھ اٹھا لیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جب تُو ہمارا مطیع و منقاد اور فرمانبردار ہو گیا تو پھر تجھ پر بوجھ کیوں رہنے دیا جاتا۔ بوجھ تو واقعہ میں ایسا تھا کہ تیری کمر توڑ دیتا اور کوئی اسے اٹھا نہ سکتا تھا کیونکہ ایک گھر کا بوجھ اٹھانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ لڑائی جھگڑا ہو تو لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ اب جو جنگ ہو رہی ہے اس کی وجہ سے تمام سلطنتوں کے وزراء گھبرا گئے ہیں کہ یہ کام بہت بڑھ گیا ہے اس لئے ان کی مددگار کمیٹیاں بنا دی گئی ہیں۔ مگر آنحضرت ﷺ وہ انسان تھے جو ایک جنگ چھیڑتے ہیں اور سارے جہان کے ساتھ چھیڑتے ہیں۔ آپ صرف اکیلے اور تن تنہا ہیں جن کی نسبت وطن والے بھی یہ سمجھتے ہیں کہ گلا گھونٹ کر مار دیں گے لیکن آپؐ سارے جہان سے جنگ شروع کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو کہتے ہیں۔ **لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ** [۵]۔ یہود کو کہتے ہیں **ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ** [۶]۔ مجوس کو کہتے ہیں کہ اللہ ہی نور اور ظلمت کو پیدا کرنے والا ہے [۷]۔ جو کچھ تم کہتے ہو غلط ہے۔ مشرکین کو فرماتے ہیں۔ **اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ** [۸]۔ اور گناہ تو خدا تعالیٰ بخش دے گا لیکن جو کچھ تم کرتے ہو یہ ایسا گناہ ہے کہ کبھی نہ بخشا جائے گا۔ غرض تمام دنیا کے مذاہب کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ اور وہ زمانہ کوئی امن کا زمانہ نہیں کہ آج کل کی طرح اپنے گھر بیٹھے جو جی میں آیا کسی کی نسبت کہہ دیا بلکہ ایسا زمانہ تھا کہ لوگ اپنے خلاف بات سُنکر تلوار اٹھا لیتے تھے اور آپس کی مخالفت کو تلوار کے ذریعہ مٹانا چاہتے تھے۔ ایسے وقت میں آنحضرت ﷺ کا تمام دنیا کے لوگوں کو علی الاعلان یہ کہنا کہ تم غلطی پر ہو اور تمہارے پاس حق نہیں ہے ساری دنیا سے جنگ چھیڑنا ہے۔ پھر یہ جنگ ایک دن نہیں، دو دن نہیں، تین دن نہیں بلکہ متواتر ۲۳ سال ہوتی رہتی ہے۔ باوجود اس کے آپ کو دیکھنے والے یہی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی ساری عمر میں کبھی آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک

پر ملال اور رنج کا نشان بھی نہیں دیکھا بلکہ جب کبھی دیکھا تبسّم فرماتے ہی دیکھا ہے [۹]۔ واقعی آپ ؑ کو کیوں رنج ہوتا؟ جب کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ۔ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ۔ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا [۱۰]۔ کہ تمہارا بوجھ تو وہ تھا کہ کمر چور کر دیتا مگر جب تم نے ہماری فرمانبرداری کی تو ہم نے اس کو تم پر سے اس طرح اٹھایا کہ تمہیں ظاہری خوشی اور خورمی ہی حاصل نہ ہوئی بلکہ ہم نے تمہارے دل کو بھی خوشی کے لئے کھول دیا۔ میں نے بتایا ہے کہ عید ظاہری خوشی کا سامان ہے جن کے دل مغموم ہوں انہیں خوشی نہیں ہو سکتی۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تو تیرا سینہ کھول دیا ہے اور دل میں بھی خوشی بھر دی ہے۔ بعض غم ایسے ہوتے ہیں جن کا ظاہر پر تو اثر نہیں ہوتا لیکن دل پر ضرور ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ یہاں تو ایسی خوشی ہے اور اللہ کے وعدوں پر ایسا یقین اور بھروسہ ہے کہ کوئی بھی غم نزدیک نہیں آسکتا۔ اور ذرا بھی فکر خوشی کو مکدّر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ ایک کافر آیا اور اس نے آکر آپ ؑ کی تلوار اٹھا کر سونت لی اور زور سے کہا۔ او محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ ؑ بجائے اس کے کہ کسی قسم کی گھبراہٹ سے جواب دیتے بڑے اطمینان اور دلجمعی سے فرماتے ہیں۔ اللہ۔ چونکہ آپ ؑ نے بغیر کسی گھبراہٹ کے بڑے جلال سے جواب دیا تھا اس لئے اس آدمی کے ہاتھ سے ڈر کے مارے تلوار گر گئی۔ آپ ؑ نے اٹھالی اور فرمایا۔ اب تو بتلا کہ تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا آپ ہی بچایئے اور کون ہے جو مجھے بچا سکے [۱۱]۔ (عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی سوئے ہوئے کو اچانک جگا دیا جائے تو وہ چونک پڑتا ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو ایک شخص ڈانٹ کر اور تلوار کھینچ کر کہتا ہے کہ بتاؤ تمہیں کون بچائے گا۔ تو آپ ؑ فرماتے ہیں۔ اللہ بچائے گا۔ ہندوستان کے لوگ تو عموماً اس نظارہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے لا ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ ان میں سے اکثروں کو تلوار کے دیکھنے کا بھی موقع نہیں ملا۔ اگر کسی کے گھر میں چور آن گھسے تو اس کا کہاں تک مقابلہ کیا جاتا ہے۔ بعض تو یہاں تک بُزدلی دکھاتے ہیں کہ چور ڈاکوؤں کو خود کنجیاں دے کر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں جگہ مال ہے خود نکال لو۔ تو آنحضرت ﷺ کے اس واقعہ کا اپنی آنکھوں کے سامنے نقشہ کھینچنا آسان نہیں) مگر تم اپنے دلوں میں اس بات کا اندازہ لگاؤ کہ ایک کافر جو آنحضرت ﷺ کو قتل

کرنے کے ارادہ سے آتا ہے اور تلوار کھینچ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس پر اتنا اثر ہوتا ہے کہ اس کی تمام طاقتیں زائل ہو جاتی ہیں اور عاجز و درماندہ ہو کر جان بخشی کا خواہاں ہوتا ہے۔ تو یہ وہ بات ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ** اور **فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا**۔ بھلا تجھے کوئی کیا دکھ اور تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ اگر کوئی تجھے ایک رنج پہنچائے۔ تو ہم دو خوشیاں دیں گے۔ پس **فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ** [۲]۔ تجھے چاہئے کہ اپنے رب کی عبادت میں لگا رہے۔ کیونکہ اسی کا نتیجہ ہے کہ تیری رات بھی خوشی میں اور دن بھی خوشی میں گذرتا ہے۔

پس تمہارے لئے عیدین خوشی حاصل کرنے کے لئے نمائش کے طور پر ہیں۔ تا خدا کو راضی کر لو اور تمہارے لئے ہر وقت عید ہو۔ چنانچہ دیکھو صحابہ کرامؓ نے خدا کو راضی کیا [۳] ان کے لئے کیسی عیدیں ہوئیں۔

صحابہ وہ لوگ تھے جنہیں دو وقت کا کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا اور جنہیں ملتا تھا وہ وہ لوگ تھے جو جَو کا آٹا کھاتے اور وہ بھی چھنا ہوا نہیں ہوتا تھا [۴]۔ اب اگر کسی کو جَو کی روٹی دی جائے تو ناراض ہو جائے۔ مگر ان کی یہ حالت تھی کہ جَو کا آٹا کھاتے اور بے چھنا کھاتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ سے ایک عورت نے پوچھا کہ کیا آپؑ کے زمانہ میں چھلنیاں ہوتی تھیں؟ تو انہوں نے کہا کہ اس طرح کیا جاتا تھا کہ پتھر پر جو رکھ کر کوٹ لئے جاتے تھے اور پھونک کر صاف کر لیتے اور روٹی پکا لیتے تھے۔ [۵]۔ لیکن انہی لوگوں کو خدا تعالیٰ نے وہ ترقیاں دیں اور وہ عید کے دن دکھائے کہ دنیا میں نہ کسی نے دیکھے اور نہ دیکھے گا۔ جس طرف جاتے کامیابی اور فتح پہلے ہی تیار رہتی۔ لاکھوں انسان مقابلہ کے لئے آتے مگر صحابہؓ پہاڑ کی طرح کھڑے رہتے اور جس کسی نے ان سے سر مارا خود پاش پاش ہو گیا۔ قیصرو کسریٰ ٹڈی دل لشکر کے ساتھ آئے مگر جس طرح ایک بوسیدہ کپڑا پارہ پارہ ہو جاتا ہے اسی طرح ان کے لشکروں کا حال ہوا اور وہ زبردست ستون جو آنحضرت ﷺ نے گاڑا تھا اسے کوئی نہ ہلا سکا۔ یہی صحابہ ایک دوسرے کو اپنی پہلی حالت سناتے ہیں۔ ابو ہریرہؓ [۶] کہتے ہیں کہ میں بھوک کی وجہ سے گر پڑا کرتا تھا اور لوگ یہ سمجھ کر کہ اسے مرگی ہو گئی ہے علاج کے طور پر جوتیاں مارا کرتے تھے [۷]۔ پھر کہتے ہیں۔ جب میں مسلمان ہو گیا تو ایک دن جب سخت بھوک لگی تو میں قرآن شریف کی ایک آیت جس میں بھوکوں کو کھانا کھلانے کا ذکر ہے۔ ابو بکرؓ [۸] کے پاس اس

کا مطلب پوچھنے کے لئے لے گیا۔ جس سے میری یہ غرض تھی کہ وہ سمجھ جائیں گے۔کہ میں بھوکا ہوں تو کھانا کھلا دیں گے۔ (صحابہ کرام سوال کرنے سے بڑی نفرت کرتے تھے۔ مگر آج کل یہ بات بُری نہیں سمجھی جاتی) لیکن وہ مطلب بتا کر آگے چلے گئے۔ پھر اسی آیت کو لے کر میں عمرؓ ۱۹؎ کے پاس گیا انہوں نے بھی مطلب بتا دیا اور چل دیئے۔ ابو ہریرہؓ بڑے غصہ ہو کر کہتے ہیں۔ میں اس آیت کے معنی ان سے کچھ کم نہ جانتا تھا۔ میری غرض تو یہ تھی کہ کچھ کھلا دیں لیکن وہ اس بات کو نہ سمجھے۔ پھر میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے خود بخود ہی فرمایا۔ ابو ہریرہؓ تمہیں بھوک لگی ہوئی ہے۔ یہ ایک دودھ کا بھرا ہوا پیالہ ہے لو اور مسجد میں جس قدر بھوکے ہیں انہیں بھی بلا لاؤ۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں مجھے یہ بات ناگوار تو گذری کیونکہ مجھے بڑی سخت بھوک لگی تھی۔ میں نے کہا کہ اگر مجھے ہی مل جاتا تو کچھ سیری ہو جاتی۔ لیکن میں تعمیلِ ارشاد کے لئے گیا اور سب کو بلا لایا۔ میں نے سمجھا کہ آپؐ پہلے مجھے ہی پیالہ دیں گے۔ میں اچھی طرح پی لوں گا۔ مگر جب وہ آدمی آئے تو آپؐ نے ایک کو کہا کہ لو پیو۔ اس نے پیا۔ پھر دوسرے نے پھر تیسرے نے حتیٰ کہ سات آدمی تھے ساتوں نے پیا۔ بعد میں آپ نے مجھے فرمایا کہ تم پیو۔ میں نے پیا۔ جب سیر ہو چکا۔ تو آپؐ نے فرمایا پھر پیو۔ میں نے پیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا پیو۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! اب تو نتھنوں سے باہر نکلنے لگا ہے۔ اس وقت آپؐ نے پیالہ لے لیا۔ اور سب کا بچا ہوا دودھ خود پیا ۲۰؎۔ تو یہ حالت تھی۔ مگر خدا تعالیٰ کی اطاعت کا یہ نتیجہ نکلا کہ کسریٰ کا وہ شاہی لباس جسے وہ دربار کے وقت پہنا کرتا تھا۔ جب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ تو اس میں سے ایک رومال ابو ہریرہؓ کے حصہ میں آیا۔ انہوں نے اس میں تھوکا اور کہا۔ واہ ابو ہریرہ تجھ پر ایک وہ وقت تھا جب کہ تو بھوک کے مارے گرا کرتا تھا اور لوگ جوتیاں مارا کرتے تھے۔ ایک یہ وقت ہے کہ کسریٰ کے رومال میں تھوکتا ہے۔ ۲۱؎

مجھے ایک فرانسیسی مؤرخ کی ایک بات پڑھ کر بڑا لطف آیا۔ وہ اسلامی تاریخ لکھتے لکھتا ہے کہ اے ناظرین! ذرا غور تو کرو مجھے اس بات میں بڑا مزا آ رہا ہے کہ سر اور پاؤں سے ننگے، پیٹ سے خالی، اکثر اَن پڑھ ایک کچی مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے جس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی ہے۔ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قیصر کے مقابلہ کے لئے کسے بھیجا جائے۔ کسریٰ کو کس طرح تباہ کیا جائے۔ میں تو حیران ہوں کہ یہ لوگ بیٹھے ہوئے کہاں اور کس

حالت میں ہیں لیکن باتیں کیا کرتے ہیں اور جب یہ باتیں کر کے اٹھتے ہیں تو سب کو بھگا دیتے ہیں ۲۲[1]۔ اس مؤرخ کو یہ واقعہ لکھ کر بڑا مزا آیا۔ لیکن مجھے اس کی تحریر سے مزا آیا کہ گو ایک دوسرے مذہب کا ہے مگر اس کا دل گواہی دے رہا ہے کہ ان لوگوں میں ایسی قوتیں اور طاقتیں تھیں جو اور کسی قوم میں نظر نہیں آتیں۔

پس عید جو ہوا کرتی ہے دل کی خوشی ہوتی ہے۔ یہ جو بناوٹی عیدیں ہیں گو ایک حد تک فائدہ دیتی ہیں مگر عید وہی ہے جو دل کی خوشی کی ہو۔ اور دل کی خوشی اطمینانِ قلب کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور دل کا اطمینان سوائے اس کے نہیں ہو سکتا کہ خوف نہ ہو۔ اور خوف سے اُس وقت تک انسان محفوظ نہیں ہو سکتا جب تک یہ یقین نہ ہو کہ میرا ایسا پہرہ دار ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ پہرہ دار خدا کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اس لئے حقیقی عید یہی ہے کہ انسان کو یقین ہو جائے کہ اللہ مجھ سے راضی ہو گیا ہے۔ یہ عیدیں نمائش اور نمونہ کے طور پر ہیں۔ ان سے وہ سچی عید حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو کسی وقت انسان سے جُدا نہیں ہوتی۔ نہ دن کو نہ رات کو نہ اٹھتے نہ بیٹھتے نہ سوتے نہ جاگتے۔ جس کو عید نصیب ہو جائے اس کی نسبت سچے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ:۔

ہر روز روزِ عید است و ہر شب شبِ برات

ایسے انسان کی حالت ہر وقت خوشی، یقین اور اطمینان کی ہوتی ہے۔ ہمارے لئے بھی یہی سچی عید ہے۔ پہلوں کے لئے بھی یہی تھی۔ اور بعد میں آنے والوں کے لئے بھی یہی ہو گی۔ خدا تعالیٰ ہمارے لئے پہلوں کی طرح ہی کرے اور ہماری کمزوریوں کو دور کر دے۔ ورنہ جب تک وہ حقیقی عید نہ آئے یہ عیدیں اسی طرح کی ہیں۔ جس طرح کسی بیمار کو عارضی طور پر آرام دینے کیلئے کوکین دی جائے۔ کیونکہ حقیقی خوشی تب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب کہ حقیقی رنج دُور ہو اور یہ دُور ہو نہیں سکتا۔ جب تک اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ خدا میرے ساتھ ہے۔ خدا تعالیٰ ہماری کمزوریوں، دکھوں، لڑائی، جھگڑوں اور فسادوں کو دور کر کے حقیقی عید کرائے۔ تا ہمارے لئے ہر وقت عید ہو اور وہ غم جو خوشی کو دُور اور کمروں کو چور کر دینے والے ہیں ان کو دفع کر کے ہمارے لئے ہر گھڑی عید، سچی راحت اور آرام مہیا کر دے۔ آمین

(الفضل ۲۲۔ اگست ۱۹۱۵ء)

---

[1] اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۷، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۱

۲ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب اذا وافق یوم الجمعۃ یوم العید

۳ مریم:۶۲' البقرۃ:۳۶' الرحمٰن:۴۷

۴ الانشراح:۳'۴ ۵ المائدۃ:۴۷

۶ البقرۃ:۶۲

۷ الانعام:۲ ۸ النساء:۴۹

۹ ترمذی ابواب المناقب باب صفۃ النبی ﷺ

۱۰ الانشراح:۲تا۶

۱۱ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع

۱۲ الانشراح:۸'۹ ۱۳ المجادلۃ:۲۳

۱۴ صحیح بخاری کتاب الرقاق باب کیف عیش النبی واصحابہ وکتاب الاطعمۃ باب النفخ فی الشعیر

۱۵ صحیح بخاری کتاب الاطعمۃ باب ماکان النبی واصحابہ یاکلون۔

۱۶ عبدالرحمٰن ابوہریرہ۔ دوس۔ قدیم نام عبدالشمس ۲۱ق۔ھ/۶۰۲ء۔ ۵۸۔۵۷ھ/۶۷۸۔۶۷۷ء۔ بعمر ۷۸ سال۔

۱۷ صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب ماذکر النبی و حض علی اتفاق اھل العلم۔

۱۸ خلیفۃ الرسول اللہ الاول عبداللہ ابوبکرؓ بن ابی قحافہؓ قریش۔ بنو تمیم ۵۷۲ء۔ ۶۳۴ء خلافت ۱۱ھ تا ۱۳ھ / ۶۳۲ء تا ۶۳۴ء

۱۹ خلیفۃ الرسول اللہ الثانی عمر بن الخطاب۔ قریش بنوعدی۔ ۴۰ق ن۔ ۲۳ھ / ۶۴۴ء خلافت ۱۳ھ تا ۲۳ھ / ۶۳۴ تا ۶۴۴ء

۲۰ صحیح بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی واصحابہ وصحیح بخاری کتاب الاطعمۃ باب قول اللہ تعالی کلوا من طیبات مارزقناکم

۲۱ صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب ماذکر النبی وحض علی اتفاق اھل العلم۔

۲۲